اسلام اور سائنس

از مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط اڈیٹر اخبار زمزم

جن مسلمان نوجوانوں نے انگریزی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مغربی طرز کی تعلیم حاصل کی ہے ان میں اور ان کی وساطت سے دوسرے "تعلیم یافتہ" مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ مذہب اور سائنس میں اصولی اور بنیادی اعتبار سے اختلاف اور تضاد ہے اور گزشتہ تین صدی سے ان میں ایک ایسی جنگ برپا ہے جسے ختم کرنے کی تمام کوششیں اب تک بیکار ثابت ہوئی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ موجودہ زمانہ کے علمی انکشافات، تجربہ اور مشاہدہ کے اس دائرہ میں آگئے ہیں جہاں مذہب کو قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ ایک طرف سائنس کے حقائق ہیں جو معائنہ کی سطح پر آچکے ہیں۔ دوسری طرف مذہب کے نظریات و مفروضات ہیں جو ایمان بالغیب سے آگے نہیں بڑھتے۔ سائنس کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جارہا ہے اور مذہب بنیادی اعتبار سے ترقی اور نمو کی صلاحیت کھوتا جارہا ہے۔ اس نمایاں فرق کا جو نتیجہ برآمد ہوگا وہ یہی ہوگا کہ ایمان بالغیب کو مشاہدہ اور معائنہ پر قربان کردیا جائیگا اور مذہب کے لیے علمی سوسائٹی میں کوئی جگہ باقی نہ رہیگی۔ انگلستان کے مشہور سائنس داں پروفیسر اے۔ این وائٹ ہیڈ کو بھی بالآخر اس حقیقت کا معترف ہونا پڑا کہ

> " مذہب اور سائنس کے درمیان جس نوعیت کا تصادم برپا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ گذشتہ نصف صدی میں اُن کے درمیان توافق و تطابق کی کوئی صورت پیدا

نہیں ہوسکی اب تو لامحالہ یہ فیصلہ کرنا ہی پڑیگا کہ یا تو سائنس کے واضح حقائق کو خیر باد کہہ دیا جائیگا یا مذہب ہی کو اس کے لیے جگہ خالی کرنی پڑیگی۔[۱]

مذہب اور سائنس کے بارے میں جن دماغوں میں ان خیالات کی پرورش ہو رہی ہے وہ چونکہ اتفاق سے اسلامی دماغ ہیں۔ اس لیے اکتشافات جدیدہ۔ تجربہ اور مشاہدہ سے مرعوب ہوکر سمجھا یہ جا رہا ہے کہ اسلام بھی سائنس کا حریف ہے اور مذہب و سائنس کی جنگ میں وہ بھی برابر کا حصہ دار ہے اور چونکہ مذہب زیادہ عرصہ تک مشاہدات کے میدان میں کھڑا نہ ہوسکیگا اس لیے انجام کار "اسلام" کو بھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑیگا اور کچھ عرصہ کے بعد دنیا سے رخصت ہو جائیگا۔

بنیادی غلطی

بلاشبہ مغربی علماء اور مفکرین نے یہ اعلان کیا ہے کہ مذہب اور سائنس میں تضاد و اختلاف ہے اور سائنس رجعت پسندانہ خیالات اور مابعد الطبیعاتی مسائل کو شکست دے چکی ہو یہ بھی صحیح ہے کہ علمی اکتشافات نے یورپ میں مذہب کو زبردست شکست دی ہے اور وہاں اس شکست کی بنا پر دہریت کو ۹۰ فیصدی ووٹ حاصل ہو گئے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ مغربی حکماء و فضلا کی اصطلاح میں "مذہب" سے مراد صرف عیسائی مذہب ہے، اسلام نہیں ہے۔ یہ فخر صرف عیسائیت کو حاصل رہا ہے کہ اس نے گیارہویں صدی عیسوی سے علوم و اکتشافات کا مقابلہ کیا تو اٹھارہویں صدی عیسوی تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا، اور مقابلہ بھی اس شدت کے ساتھ کیا کہ آج وہی مقابلہ کلیسا کے لیے رو سیاہی کا باعث بنا ہوا ہے۔ چرچ و کلیسا، پاپائے روم کا منصب جلیلہ، عیسوی عدالتیں۔ محکمہ احتساب رجال مذہب غرض عیسویت کا وہ کونسا شعبہ تھا جس نے سائنس کا بے جگری کے ساتھ مقابلہ

---

۱ Science & the Modern world ص۲۱۱

نہیں کیا اور علماء و حکماء کے خون سے ہاتھ نہیں رنگے! آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مغربی علوم واکتشافات کی جنگ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں سے، ان کی جہالت سے اور اُن کے طریق فکر سے ہے مگر یہ علم اور جہالت کی جنگ ہوگی۔ اسلام اور سائنس کی جنگ نہ ہوگی کیونکہ اسلام خود جہالت کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے علم وحکمت کی راہیں کشادہ کرچکا ہے اور ایک سچے مسلمان کی زبان سے اعلان کراچکا ہے کہ اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین!

اس کے علاوہ ذرا اس بات پر بھی غور کیجیے کہ کیا یورپ کے کسی سائنس داں اور فلسفی نے طبیعیات، معاشیات اور سیاسیات کے کسی ماہر نے علم الحیات اور علم الانسان کے کسی فاضل نے یا مطالعہ مذاہب کے کسی محقق اور مصنف نے معرکہ مذہب وسائنس کے سلسلہ میں کبھی اسلام کا نام لیا؟ کبھی کسی کی زبان سے سُنا کہ اسلام بھی سائنس کا حریف ہے؟ کیا خود اسلام کے نمائندوں نے اس تصادم کی حقیقت کا اقرار کیا؟ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان تاریخ کے ماہر ہیں کیا وہ بتاسکینگے کہ اسلام بھی محکمہ احتساب (*) کے نام سے واقف ہے۔ کبھی کسی عالم کو علم وتحقیق اور اکتشاف واختراع کے جرم میں اسلام کے نام پر زندہ جلایا گیا؟ کیا کسی زمانہ میں بھی کوئی ایسی مخصوص عدالت قائم کی گئی جس میں اسلام نے مستغیث کی حیثیت اختیار کرکے کسی عالم اور مخترع کو جانوروں کے سامنے ڈلوایا ہو یا شکنجہ میں جکڑکر اس کی جان نکالی ہو؟ سائنس داں نہیں کہتے کہ اسلام اور سائنس میں جنگ ہے۔ اسلام کے نمائندوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ اسلام حقائق علمیہ کا حریف ہے۔ کوئی شخص اب تک ادنیٰ ثبوت بھی نہ دے سکا کہ اسلام کی سرحد میں اکتشافات کا گذر نہیں ہوسکتا، اور نہ یہ کوئی بتاسکا کہ اسلام نے سائنس کے مقابلہ پر کہاں اور کب شکست کھائی؟ اس کے باوجود "مذہب" کے نام سے دھوکہ کھاکر یہ خیال جمالینا کہ اسلام، سائنس کا دشمن اور سائنس اسلام کی دشمن ہے۔ ایک ایسا خیال ہے

جس کے اظہار کے لیے جنون کی اور باور کرنے کے لیے حماقت کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ چرچ اور علم کا تصادم ہوا نظری اعتبار سے بھی اور عملی اعتبار سے بھی اور عیسائیت کی مشنری مسلسل تین صدی تک اس کے مقابلہ پر متحرک رہی اور اس کا نام رکھا گیا "مذہب اور سائنس کا معرکہ" اور "مذہب" سے مراد وہ خوفناک نظام لیا گیا جو کلیسا کے سہارے اور مسیح اور پطرس کے نام پر علم اور سائنس کی راہ میں صدیوں تک حائل رہا۔ ان حالات میں سائنس کے مقابلہ پر اسلام کا نام لینا اور عیسائیت کا عبرتناک حشر دیکھ کر سہم جانا ایک ایسی مضحکہ انگیز حرکت ہے جسے علم کی بارگاہ سے کبھی معافی نہیں مل سکتی۔

سائنس عیسائیت کا رد عمل ہے

قرآن کریم نے عقل و فہم کے استعمال پر زور دیا ہے۔ آباء و اجداد کی اندھی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ شک و ریب اور ظن و تخمین کی مذمت فرمائی ہے۔ کتاب الٰہی میں جگہ جگہ عقل و فہم، شعور، تدبر، بصیرت، برہان اور یقین کا نام آیا ہے اور ان کا صحیح استعمال نہ کرنے والوں کو جانوروں سے تشبیہ دے کر انہیں اندھا، بہرا اور گونگا قرار دیا ہے۔ مگر آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ ساری بائیبل میں ایک جگہ بھی عقل یا اس کے ہم معنی کسی دوسرے لفظ کا ذکر نہیں آیا ہے۔ بائبل کی ڈکشنری اور بائبل کی انسائیکلوپیڈیا موجود ہے اس میں عقل اور فہم کے لیے کوئی لفظ آپ کو نہیں ملیگا۔ کلیسا ہمیشہ عقل کی دشمن رہی ہے تاکہ "ایک میں تین اور تین میں ایک" کا نامعقول اور ناقابل فہم عقیدہ اس کی زد سے محفوظ رہے۔ ٹرینٹ (trent) کی مشہور کونسل میں جو ۱۵۴۵ء میں منعقد ہوئی تھی، پوپ کی صدارت میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مسیحی عقائد و نظریات کی تائید و توثیق کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا کہ

"یہ کونسل ان متکلمین کی سختی کے ساتھ مذمت کرتی ہے جو مشکلات کو حل کرنے کے لیے عقل کا سہارا لیتے اور دلیل و حجت کا استعمال کرتے ہیں"[1]

[1] History of the council of trent By Father Paul sarpi

لیکن اس "عقل دشمنی" کا نتیجہ کیا نکلا؟ اے این وائٹ ہیڈ لکھتے ہیں!۔

"بلاشبہ یہ ردعمل عہد وسطیٰ کی بے لگام عقلیت (Rationalism) کے لیے ضروری تھا اگرچہ یہ ردعمل خود اپنی حدود سے تجاوز کر گیا تاہم اس سے ایک صحیح نتیجہ بھی نکل آیا یعنی عصری علوم اور سائنس کی پیدائش عمل میں آگئی"۱؎

یعنی سائنس اور علوم جدیدہ، عیسائیت کی بے عقلیت کے عین مخالف سمت میں واقع ہیں اور ان کا ظہور عیسائیت کی علم دشمنی کا کھلا ارتجاعی عمل ہے! اس سے ثابت ہوا کہ معرکۂ مذہب اور سائنس کی داستان صرف عیسائیت کے دائرہ تک محدود ہے اور اسلام کو اس معارضہ ومجادلہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ جو مذہب عقل وادراک، فہم وبصیرت اور برہان وبینہ کی پختہ چٹانوں پر قائم ہو وہ علم واکتشافات کا معاون ہوگا، مخالف نہ ہوگا اور جہاں یہ تعاون وتعاضد ہوگا وہاں تصادم واختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

ڈریپر اور اسلام مذہب اور سائنس کی جنگ پر یورپ کے مشہور محقق ڈریپر نے "معرکۂ مذہب وسائنس" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کی ایک ایک سطر میں مذہب کے مقابلہ پر سائنس کی حمایت کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ سائنس کے مقابلہ پر مذہب ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتا، مگر خود ڈریپر سے دریافت کرو کہ مذہب سے اس کی کیا مراد ہے؟ اگر سائنس کی دشمنی میں اسلام بھی مسیحیت کا ہمنوا ہوتا تو ڈریپر اسلام پر اسی طرح بمباری کرتا جس طرح اس نے عیسویت کے قلعہ پر کی اور یہ بتاتا کہ سائنس کی مخالفت میں کچھ عیسویت ہی کو اختصاص حاصل نہیں ہے بلکہ اسلام بھی اس میں برابر کا شریک ہے۔ مگر اس نے علوم جدیدہ کی حمایت میں کلیسا پر، پاپائیت پر، کتب مقدسہ پر کونسلوں کے فیصلوں پر، محکمۂ احتساب اور عیسوی عدالتوں کے

۱؎ سائنس اینڈ دی ماڈرن ورلڈ ص۲۱

جس شدت کے ساتھ بمباری کی ہے اسی شدت کے ساتھ اس نے اِس امرِ حق کا بھی اعلان کیا ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ علوم واکتشافات کی سرپرستی کی اور یورپ کو ضلالت سے نکال کر ذروۂ کمال پر پہنچایا، اس نے بتایا ہے کہ جس زمانہ میں سارا یورپ جہل وضلالت، کوری وحماقت میں مبتلا تھا، اسپین اور بغداد کی یونیورسٹیوں میں علم وتحقیق کی شمع روشن تھی جس کی شعاعوں سے نصف معمورۂ ارضی منور ہو رہا تھا۔ اس نے پوری صفائی سے اعلان کیا کہ جس زمانہ میں پوپ اور محکمۂ احتساب کے حکم سے حرکتِ زمین کے قائلین کو زندہ جلایا جا رہا تھا، اُس وقت اسپین کے عرب اساتذہ اور حکماءِ اسلامی یونیورسٹیوں میں حرکت زمین کی تعلیم دے رہے تھے، نیز مسلمانوں نے علم الحیات وعلم الافلاک میں، علم مناظر ومرایا میں، علم کیمیا اور علم نجوم وطب میں سیاروں کی حرکات وپیمائش اور اُن کے مرور وہبوط کی تحقیق میں وہ عظیم الشان کارنامے انجام دیے جن سے موجودہ یورپ کو مستفید ہونے کا موقع ملا۔

ان حقائق کی موجودگی میں کیا ایک لمحہ کے لیے بھی اس بات کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ معرکۂ مذہب وسائنس سے ڈریپر کی مُراد اسلام اور سائنس کا تصادم ہے؟ اس کے سامنے مسیحیت ہے، کلیسا ہے، پوپ اور اُن کے فیصلے ہیں، محکمۂ احتساب اور اُن کے شکنجے ہیں، جیورڈانو برونو[1] کی جلی ہوئی ہڈیاں اور گلیلو کا نحیف جسم ہے جو دوربین کی ایجاد کے جرم میں سیکڑوں تازیانے کھا چکا ہے:

محکمۂ احتساب غرض یورپ کے مورخین اور سائنس وحکمت کے ماہرین کو اس امر کا اعتراف ہے

[1] برونو (Jiordano Bruno) سنہ ۱۵۴۹ء–۱۶۰۰ء پر روم کی مذہبی عدالت نے حرکت زمین کے قائل ہونے کی بنا پر کفر والحاد کا فتویٰ لگایا اور مارے ڈر کے یہ غریب سالہا سال یورپ میں مارا مارا پھرا۔ سنہ ۱۵۹۲ء میں اس کی شامت نے دھکا دیا اور اٹلی واپس چلا آیا۔ یہاں محکمۂ احتساب کے جاسوس تازی کتّے اس کی تاک میں تھے۔ فوراً گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ سات سال تک جیل میں رہنے کے بعد آخر ۱۷۔ فروری سنہ ۱۶۰۰ء میں زندہ جلا دیا گیا۔ ۱۲ منہ

کہ اسلام اور مسلمان علوم و اکتشافات کے مخالف نہیں ہیں اور نہ اسلام اور سائنس میں کسی قسم کا تصادم و تضاد ہے۔ اگر ان میں تصادم ہوتا تو مسلمان علم و حکمت کی کبھی سرپرستی نہ کرتے اور کبھی اپنی درسگاہوں میں ایسی تعلیم نہ دیتے جس کی بنا پر اٹلی، فرانس، انگلستان، اسپین اور پرتگال میں ہزاروں علما اور حکما کو زندہ جلایا گیا، اور بیشمار اشخاص کو اکتشافات کے جرم میں جیلوں اور کوٹھریوں میں گھلا گھلا کر مار دیا گیا۔

تیرہویں صدی عیسوی میں اٹلی میں محکمۂ احتساب قائم کیا گیا۔ جس کی نقل انگلستان اور فرانس میں بھی اُتاری گئی اور اسپین میں نہ صرف نقل اُتاری گئی بلکہ اس پر عمل بھی پوری قوت کے ساتھ کیا گیا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ اشخاص کو اس کی بدولت مشق ستم بننا پڑا۔ رائٹ آنریبل جے۔ ایم رابرٹسن لکھتے ہیں۔

"محکمۂ احتساب کی بدولت تعذیب و تخریب، قتل و خونریزی کا جو مسلسل مظاہرہ ہوا ہے اس کے اعداد و شمار اس قدر ہولناک ہیں کہ موجودہ مہذب دنیا انہیں باور کرنے پر آمادہ نہ ہوگی۔ صرف کاسٹائل میں "چند سالوں کے اندر" دو ہزار اشخاص زندہ جلائے گئے، اور جن اشخاص کو مختلف عذابوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا گیا، اُن کی تعداد میں ہزار سے کم نہیں ہے[1]۔"

انگلستان میں علما و حکما کو علوم و اکتشافات کے جرم میں اور مذہبی اشخاص کو الحاد و زندقہ کی پاداش میں ۱۳۴۴ء سے ۱۳۶۶ء تک مسلسل پھانسیاں دی گئیں۔ زندہ جلایا گیا اور شکنجوں میں کسا گیا۔ آدم آف اُرسک کا بیان ہے کہ ایسے ستم رسیدہ اشخاص کی تعداد . . . ۲۳ ہے گرا سی کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ ان سب ہی کو پھانسی پر نہیں لٹکایا گیا[2]۔

[1] رابرٹسن ص۱۹۲ History of Christianity [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا Penalties upon opinion.

اسپین میں "قانونِ ایمان" (Auto-da-Fe) کے ماتحت جس شخص کو مجرم گردانا جاتا تھا اُسے ارکانِ سلطنت اور رجال مذہب کے سامنے زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ جن اشخاص پر اس قانون کی تلوار چلائی گئی اُن کی مقدار تیس ہزار سے کم نہ تھی اور ان میں بھی زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو آگ کے الاؤ میں جھونک کر خاکستر بنا دیے گئے[1]

یہاں محکمہ احتساب کی تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ دکھانا ہے کہ سائنس و اکتشافات اور عیسوی مذہب میں نہ صرف نظری اختلاف و تصادم تھا بلکہ مسیحیت نے عملی طور پر علم و حکمت کی بنیادوں کو اکھیڑنے کا عزم کر لیا تھا۔ اگر سائنس استقامت کے ساتھ قائم رہ کر مسیحیت کو ذلت آمیز شکست دینے میں کامیاب نہ ہوتی تو محکمہ احتساب کے شعلے ہمیشہ بلند رہتے اور اکتشافات کا بچہ کبھی اپنے بلوغ کو نہ پہنچتا[2]

اس کے مقابلہ میں آپ نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ علم و اکتشاف کے جرم میں کبھی کوئی شخص علمائے اسلام کے فتوے کی رو سے قتل کیا گیا۔ یا کسی اسلامی حکومت نے کسی شعبۂ علم کو الحاد و زندقہ قرار دے کر اس کے حامیوں کو پھانسی پر چڑھایا یا کسی ملک میں کسی وقت اسلامی محکمۂ احتساب قائم کیا گیا اور اس پر مورخین کو کتابیں لکھنی پڑیں۔ کسی شیخ الاسلام، کسی مفتی، کسی عالم و امام کا نام لو اور بتاؤ کس نے کب علوم و حکم کی مخالفت کی اور اسے کفر و الحاد سے تعبیر کر کے حکماء کو شکنجوں میں

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھو سر الیگزنڈر کاؤڈی کی کتاب۔ A short History of the inquisition

[2] سائنس اور عیسویت کے تصادم کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب پر ضرور نظر رکھنی چاہیے:۔

The laws Relating to Blasphemy از چارلس بریڈلا۔

The Past and Present of our Heresy laws. از ڈاکٹر ڈبلیو اے ہنٹر

History of Criminal law. از سر جیمس اسٹیفن

A History of the Crime of Blasphemy از جی۔ ڈی نوکس

کسا یا قید خانوں میں گُھلا گُھلا کر مارا؟ یورپ تک کے مورخین کو اعتراف ہے کہ علم وحکمت کی اشاعت کے جرم میں جس وقت علماء وحکماء کو زندہ جلایا جا رہا تھا اس وقت اسلامی درسگاہوں میں پوری آزادی کے ساتھ تحقیقات اور ریسرچ کا کام جاری تھا اور اساتذہ اور طلباء اسرار کائنات کی عقدہ کشائی میں لگے ہوئے تھے۔

ہمارا دعویٰ تھا کہ سائنس اور عیسویت میں تصادم ہے اسلام اور سائنس میں کوئی تصادم نہیں ہے اور جن تعلیم یافتہ نوجوانوں کا خیال ہے کہ اسلام بھی علوم وحکم اور اکتشافات کا مخالف ہو وہ یا تو انتہا درجہ کے جاہل ہیں یا پرلے درجہ کے نادان اور بے سمجھ، سو ہمارا یہ دعویٰ صرف ان چند سطور ہی سے ثابت ہوگیا ہے مگر ہم ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ ثابت کریں گے کہ عیسویت کے مقابلہ پر اس جنگ میں سائنس کو فتح مبین حاصل ہوئی ہے اور مسیحیت نے اس بری طرح شکست کھائی ہے کہ یورپ میں کلیسا کی بنیادیں ہل گئی ہیں اور مسیحی ارکان کو نہایت ذلت کے ساتھ اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔

مسیحیت کی شکست ایک زمانہ تھا کہ حرکتِ زمین کے قائلین کو زندہ جلا دیا جاتا تھا اور سائنس و اکتشافات کی مخالفت کے لیے رومی کلیسا کو دنیا کا سب سے بڑا ہولناک اور خوفناک محکمہ (احتساب) قائم کرنا پڑا تھا، اس کے بعد وہ زمانہ بھی آیا کہ سائنس اپنے ارتقائی منازل طے کرتی رہی اور مسیحیت کو اپنا موقف بدلنا پڑا۔ یہ سائنس کی زبردست فتح ہے کہ کلیسا کو محکمۂ احتساب توڑنا پڑا اور مجبور ہو کر اس نے اعلان کیا کہ مسیحیت پر علمی نکتہ چینی کوئی قابلِ تعزیر جرم نہیں ہے۔ علماء اور محققین کو حق ہے کہ وہ مسیحی علم کلام کو نقد وتبصرہ کی کسوٹی پر رکھیں اور دنیا کو غور وفکر کی دعوت دیں۔ پروفیسر گور (Gore) جو دارالسٹر، برمنگھم، اور آکسفورڈ کے بشپ رہ چکے ہیں اور جو یورپ میں سائنس کے مقابلہ پر مسیحیت کے زبردست حامی تصور کیے جاتے ہیں، مخالفوں کی نکتہ چینی کے متعلق فرماتے ہیں :-

"ہم ایک لمحہ کے لیے بھی اس حماقت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتے کہ کسی لٹریچر اور کتب مقدسہ پر نکتہ چینی کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، علم و خرد کا تقاضہ ہے کہ کتب مقدسہ پر سخت سے سخت نکتہ چینی کا حق مخالفوں کو دیا جائے اور پوری اجازت دی جائے کہ ہر شخص تاریخ کی روشنی میں ہماری تاریخی دستاویزات کی جانچ پرتال کرے[1]۔"

علم الحیات کا مشہور ماہر ہکسلے (Julian Huxley) اس رواداری اور کشادہ نظری کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"علم النفس اور مطالعہ مذاہب کی ترقی نے چرچ کے زاویہ نگاہ میں بہت بڑی حد تک تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ مذہب (یعنی عیسوی مذہب) کی سخت گیری جو نصف صدی پیشتر کلیسائی حلقوں میں موجود تھی وہ آج مفقود نظر آتی ہے[2]۔"

گویا کلیسا نے دار و گیر سے توبہ کر کے سائنس کے لیے میدان صاف کر دیا اور یورپ کے حکماء نے اس وسعت نظری کا بڑھ چڑھ کر شکریہ ادا کیا، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کلیسا نے نہ صرف سائنس کے لیے راستہ صاف کر کے شکست کھائی بلکہ اُس نے اس حقیقت کا بھی اعلان کر دیا کہ مذہب اور سائنس میں کسی قسم کا تصادم اور کسی نوعیت کا اختلاف نہیں ہے! سائنس نے بلاشبہ کلیسا کی رواداری کا شکریہ ادا کیا، مگر اُس نے چرچ کا یہ "ارتداد" گوارا نہ کیا کہ مذہب اور سائنس میں کوئی اختلاف و تصادم نہیں اور ان میں پورا پورا اتفاق ہو گیا ہے! سائنس اپنے مقام پر کھڑی ہے بلکہ آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کا اب بھی یہی خیال ہے کہ عیسوی مذہب سے اُس کا توافق نہیں ہو سکتا، مگر کلیسا اور اس کے ارکان، سائنس کے خلاف متحدہ

[1] بشپ گور ص ۱۶۸ Belief in god
[2] ہکسلے ص ۱۳۲ Essays in Popular Science

محاذ قائم کر کے علماء کو زندہ جلا کر پہلے تو اس منزل میں آئے کہ کتب مقدسہ پر شخص کو نکتہ چینی کا حق حاصل ہے اور پھر اپنی ہزیمت کا کھلا اعتراف کرتے ہوئے اس اعلان پر بھی آمادہ ہو گئے کہ مذہب اور سائنس میں کوئی اختلاف نہیں ہے! کیا اس سے بڑھ کر مسیحیت کی شکست اور سائنس کی کوئی اور فتح ہو سکتی ہے؟ سائنس کا اب تک اعلان ہے کہ مذہب سے اس کی دوستی نہیں ہو سکتی، مگر مذہب (یعنی مسیحیت) نے اس کے سامنے یہاں تک گھٹنے ٹیک دیے کہ چھ سو سال کی مسلسل معرکہ آرائی کو بھی فراموش کر دیا۔

اس سلسلہ میں لے این وائٹ ہیڈ کا قول نقل ہو چکا ہے کہ یا تو مذہب (مسیحیت) باقی رہیگا یا سائنس کو بقا کی دولت حاصل ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسیحیت اور سائنس دوش بدوش چلتے رہیں اور ان میں اختلاف و تزاحم کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔

ایک تازہ واقعہ اس سلسلہ میں ہم ایک تازہ واقعہ کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ گزشتہ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا ریڈیو بمبئی نے سائنس اور مذہب پر چند تقریروں کا انتظام کیا تھا، چنانچہ اس موضوع پر پہلی تقریر بمبئی کے ایک مشہور ڈاکٹر اور سائنس داں سی۔ ایل ڈی ایوائن (D'AVOINE) نے کی اور ثابت کیا کہ "مذہب" سائنس کا دشمن ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات کے لیے جو دلائل پیش فرمائے تھے اُن کا جواب دینے کے لیے بمبئی کے آرچ بشپ رابرٹ کو موقعہ دیا گیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔

> "ڈاکٹر ڈی اوائن نے سائنس کے حقائق کا اظہار کرتے ہوئے مابعد الطبیعیاتی مسائل سے انکار کیا ہے مگر یاد رہے کہ مذہب (!) اور سائنس میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۱۹۳۶ء میں فرنچ اکاڈیمی آف سائنس کے چند ممبروں کی طرف سے بھی یہ اعلان کیا گیا تھا کہ "مذہب" اور سائنس میں کوئی معرکہ نہیں ہے"۔

ڈاکٹر صاحب کو جنہوں نے اس بحث کا افتتاح کیا تھا پھر جواب الجواب کا موقع دیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔

موجودہ سائنس کی تاریخ کا ہر صفحہ گواہ ہے کہ مذہب اور سائنس میں کس شدت کا معرکہ کارزار گرم رہا ہے۔ چرچ نے گلیلیو (Galileo) کے انکشافات کو غلط قرار دے کر اسے سخت اور سنگین سزا دی۔ کوپرنیکس (Copernicus) کے "نظریہ شمسی المرکز" (Heliocentric theory) یعنی اس نظریہ کو کہ زمین آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے کفر و الحاد اور کتب مقدسہ کی مخالفت سے تعبیر کیا گیا اور اس خیال کی اشاعت کو ممنوع قرار دیدیا گیا۔ ۵۔ مارچ ۱۶۱۶ء کو پوپ پال چہارم نے ایک اعلان شائع کیا جس میں کوپرنیکی نظریہ کو کتب مقدسہ کے خلاف قرار دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اس نظریہ کی کسی جگہ بھی اشاعت نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ "مذہب" نے ڈارون کے نظریات کی کس شدت کے ساتھ مخالفت کی۔[1]"

آل انڈیا ریڈیو بمبئی کے اس مکالمہ سے دو باتیں صاف طور پر عیاں ہیں۔

(۱) سائنس کا خیال اب تک یہی ہے کہ "مذہب" اس کا دشمن ہے اور ان میں تطابق و توافق کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی گو چرچ، کلیسا، بشپ اور آرچ بشپ سب ہاتھ جوڑ کر فرما رہے ہیں کہ عیسوی مذہب اور سائنس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سائنس کے مقابلہ پر کلیسا کی کمر ٹوٹ چکی ہے اور اس نے اپنی شکست اور سائنس کی فتح کا کھلا اعتراف کر لیا ہے۔

---

[1] بمبئی کرانیکل ویکلی ایڈیشن مورخہ ۲۰۔ جنوری ۱۹۵۶ء۔ ۱۲۔

(۲) دوسری بات وہی ہے جسے ثابت کرنے کے لیے ہم نے قلم اٹھایا ہے یعنی معرکۂ مذہب سائنس سے مراد مسیحیت اور سائنس کا معرکہ ہے۔ ڈاکٹر ڈی اوائن نے اگرچہ سائنس کے مقابلہ پر "مذہب" ہی کا نام لیا ہے۔ مگر ان کی عبارت سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ مذہب سے ان کی مراد صرف مسیحیت اور کلیسائی نظام ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس تصادم کے ثبوت میں چرچ کا نام لیا۔ پوپ پال چہارم کا نام لیا۔ ان کے مذہبی اعلان کی تشریح کی، اور اس شخص کے سامنے کی جو عیسائی ہے عیسائیت کا نمائندہ اور بمبئی کا آرچ بشپ ہے! حالانکہ ڈاکٹر صاحب کے جواب میں ایک مسلمان عالم کو بھی بولنے کا موقع دیا گیا تھا اور ڈاکٹر صاحب نے جواب الجواب میں ان کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا تھا، مگر وہ سائنس کے مقابلہ پر اسلام کا نام تک نہ لے سکے اور کسی امام، کسی شیخ الاسلام، اور کسی مفتی کا ایک قول بھی سائنس کی مخالفت میں پیش نہ کر سکے اور نہ اسلام کے کسی ایسے مسئلہ کی طرف اشارہ فرما سکے جو واقعہ اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔ لہٰذا یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ گیا کہ سائنس کا مقابلہ مسیحیت اور کلیسا سے ہے۔ اسلام سے نہیں ہے، اور "مذہب" سے حکما کی مراد بھی مسیحیت ہے، اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں ہے۔

عیسائیت پر پہلا حملہ چونکہ علماء و حکماء کو معلوم تھا کہ سائنس کی راہ میں مسیحی مذہب ایک زبردست خلیج ہے۔ اس لیے انہوں نے پہلے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی اور جس قلعہ کو ناقابل تسخیر تصور کیا جا رہا تھا اس پر تین محاذ سے اس قدر شدید گولہ باری کی کہ بنیاد تک کی اینٹیں نکل گئیں جس طرح عیسویت نے سائنس پر کوئی رحم نہیں کیا تھا، اسی طرح سائنس نے بھی مسیحیت پر بیدردی سے گولہ باری کی۔ سائنس نے کلیسا پر حملہ کرنے کے لیے تین محاذ بنائے اور تینوں محاذوں کو اس کے خلاف استعمال کیا اور ہر محاذ پر اُسے نمایاں کامیابی اور فتح حاصل ہوئی۔

عیسائیت پر سب سے پہلا حملہ ڈارون کی طرف سے ہوا۔ جس وقت اس کی کتاب

اصل الانواع منظرِ عام پر آئی تو عیسائی دنیا میں ایک کہرام مچ گیا۔ کتاب کے دلائل سے کلیسا نے محسوس کر لیا کہ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء نے کتب مقدسہ کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ ڈارون کی تھیوری پر جو بھی ایمان لاتا ہے اس کے لیے لازمی ہو جاتا ہے کہ توریت (کتاب پیدائش) کے الہامی حقائق کو غلط اور خلاف واقعہ قرار دے اور ایک کتاب کے بعد تمام کتب مقدسہ کا انکار کر دے۔ نظریہ ارتقاء نے بائبل کی تشریحات متعلقہ تخلیق انسانی اور ہبوط انسانی کی بنیادیں ہلا ڈالیں اور ڈارون ازم نے کلیسا کے حق میں وہ کام کیا جس کا تصور بھی کلیسا کے لیے ناممکن تھا۔ کتاب پیدائش کی تشریحات اور تخلیق کی داستان کا جو نقشہ مشہور شاعر ملٹن نے اپنی "فردوس المفقود" میں جس انداز کے ساتھ کھینچا تھا وہ مسیحیت کے دل و دماغ پر نقش ہو چکا تھا مگر ڈارون کی بمباری نے یہ سارے نقشے محو کر دیے اور دیکھتے دیکھتے یورپ کا بیشتر حصہ گرجا سے منحرف ہو کر ڈارون ازم کی پناہ میں آگیا۔

نظریۂ ارتقاء کے ذیل میں جب اجرام سماویہ کی تحقیقات شروع ہوئی اور علم الحیات، علم طبقات الارض، علم نسل انسانی کی مدد سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ دنیا کی عمر کروڑوں سے گذر کر اربوں سال سے بھی متجاوز ہے تو مسیحیت کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ کیونکہ سائنس داں کہتے تھے کہ دنیا کی عمر اتنی طویل ہے کہ اس کا شمار بھی نہیں ہو سکتا اور کلیسا کا فرمان تھا کہ دنیا کی عمر پر کل سات ہزار سال گذرے ہیں![1] اے، این وائٹ ہیڈ لکھتا ہے:۔

"آج سے ایک سو سال پہلے علم طبقات الارض کے ماہرین نے دنیا کی عمر میں توسیع کا مطالبہ کیا، مگر یہ سنتے ہی پروٹسٹنٹ اور کیتھولک چرچ میں صف ماتم بچھ گئی۔ اسی طرح نظریۂ ارتقاء بھی کلیسا کے لیے سوہانِ روح بنا ہوا ہے"۔[1]

[1] ص ۱۱۲ Science & the Modern World

کچھ دنوں تک تو مسیحیت کے حامی دھینگا مشتی ہی کرتے رہے مگر جب وسیع تحقیقات نے اپنا دامن پھیلایا تو مسیحی دنیا مجبور ہوئی اور "دنیا کی عمر میں توسیع" کا مطالبہ خاموشی سے منظور کرلیا گیا۔

ڈارون اور کلیسا | اگر کلیسا نظریہ ارتقاء کے مقابلہ پر ڈٹی رہتی تو ممکن تھا کہ "مذہب" اور سائنس کا معرکہ کچھ عرصہ تک اور گرم رہتا مگر مسیحیت نے اسی میں خیر سمجھی کہ اپنی ہار مان لی اور ہار بھی ایسی جس نے مادیین اور متشککین کو دہریت کی دلدل میں پھنسا کر چھوڑ دیا اور اُن کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ خدا، انبیاء، کتب مقدسہ اور مذہب کا انکار کردیں۔ ڈارون کے حملوں سے بچنے یا کتب مقدسہ کو بچانے کے لیے آبار کلیسا نے پہلی تدبیر تو یہ کی کہ نظریۂ ارتقاء کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ بشپ گور لکھتا ہے کہ

"چودھویں صدی عیسوی میں ڈارون کا نظریۂ ارتقاء مسیحی حلقوں میں تسلیم کیا جاچکا تھا اس لیے ہمارے لیے اس سے گھبرانے اور سہمنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خیال کہ کتاب پیدائش کے ابتدائی ابواب میں تخلیق کائنات کے مسئلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے محض تمثیلی ہے، تاریخی اور واقعی نہیں ہے۔ نہ صرف اسکندری اسکول کے عیسائیوں میں بلکہ ابتدائی صدی کے مسیحیوں میں تسلیم کیا جاچکا تھا۔ سینٹ گرگوری کے بعد سینٹ اگسٹائن نے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ آغاز دنیا میں خدا نے زندگی کے صرف جراثیم پیدا کئے جو بعد میں آہستہ آہستہ نشو ونما پاتے رہے اور ایک مدت کے بعد درجہ تکمیل کو پہنچے۔ قدیم ترین عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ خدا نے آغاز میں انسان کو مکمل شکل میں پیدا نہیں کیا کیونکہ یہ عادت اللہ کے خلاف ہے بلکہ اس نے انسانِ اول میں تکمیل کا وہ درجہ پیدا کیا جس میں ارتقاء کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ بلاشبہ

"مسئلہ ارتقاء نے انیسویں صدی میں جو دلچسپی پیدا کی وہ چوتھی صدی میں موجود نہ تھی اور اس وقت نظریۂ ارتقاء پر حیرت کا اظہار نہ کیا جاتا تھا"[1]

مطلب یہ ہے کہ کتاب پیدائش میں تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ چونکہ ڈارون ازم سے مطابقت نہیں رکھتی لہذا آسان صورت یہ ہے کہ مسئلہ ارتقاء کا انکار کرنے کے بجائے توریت کتاب پیدائش کے بیان کو غیر واقعی، غیر تاریخی اور تمثیلی قرار دے دیا جائے اور جرأت کے ساتھ اس کا اعلان اس لیے کر دیا جائے کہ چوتھی صدی کے آبار اور مسیحی علماء خود مسئلہ ارتقاء کے قائل تھے!

کیا اس بیان کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسیحیت نے سائنس کے مقابلہ پر شکست نہیں کھائی؟ سائنس اپنی جگہ پر قائم ہے مگر کلیسا اپنا مقام چھوڑ چکی ہے اور اس کے ارکان نہ صرف یہ کہ سائنس کے سامنے سرنگوں ہو چکے ہیں بلکہ اس کی خاطر کتب مقدسہ کے الہامی حقائق کو غیر واقعی اور تمثیلی قرار دے رہے ہیں! کیا سائنس کے علماء عیسائیت کی اس رجعت اور پسپائی سے ناواقف ہیں؟ کیا اس کے بعد بھی ان کے دلوں میں مسیحیت اور کتب مقدسہ کے لیے کوئی جگہ باقی رہ سکتی ہے؟ مسیحیت نے سائنس سے ہمکنار ہونے کے لیے کتب مقدسہ پر ہی ہاتھ صاف کر ڈالا اور سائنس نے اسی بات سے بھانپ لیا کہ مسیحیت نے جس قلعہ کو ناقابلِ تسخیر قرار دے رکھا تھا اس کی حقیقت بیتِ عنکبوت سے زیادہ نہیں ہے!

(باقی آئندہ)

[1] بشپ گورسٹ 19 Belief in god